Lesson 7: At-Tawbah (Ayaat 75- 93):Day 25

سُوۡرَۃُ التَّوۡبَۃ کی تفسیر

آیت 76 میں ہم نے ایک منافق کا کردار دیکھا۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ بَخِلُوۡا بِهٖ وَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿٧٦﴾

مگر جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دولت مند کر دیا تو وہ بخل پر اتر آئے اور اپنے عہد سے ایسے پھرے کہ انہیں اس کی پرواتک نہیں ہے﴿٧٦﴾

اللہ سے وعدہ کر کے پِھر جانا معمولی بات نہیں ہے۔ اب ہم پاکستانی اپنا جائزہ لیں۔ ہم نے برصغیر پاک و ہند میں اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں اپنا ملک عطا کر دے جہاں ہم اللہ کے احکامات پر عمل کر سکیں۔ ہم نے لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا تھا۔ ہم سب نے یہ بات تو بچّے بچّے سے سُنی ہے؛

پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ

پاکستان تو مل گیا لیکن آج اسلام کہاں ہے؟

پاکستان فارسی کا لفظ ہے، پاک شہر، پاک ملک، پاک جگہ، پاکستان کا اگر عربی سے ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب بھی مدینہ طیبہ ہی بنتا ہے۔ پاکستان جغرافیائی لحاظ سے بہترین مقام ہے۔ اور پاکستان کی حیثیت وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے مدینہ کی تھی۔ اسرائیل آج کہاں آکر بیٹھ گیا ہے۔

آج اسلام کہاں ہے؟ فرقہ بندی، عصبیت عام ہے۔ ہم تو ابھی تک پاکستان کو شرک سے پاک نہیں کر سکے۔

ہم نے پاکستان کی قدر کی ہوتی، اسلام پر عمل کیا ہوتا تو اس وقت پاکستان بھی یونائٹیڈ اسٹیٹس آف پاکستان ہوتا۔ پاکستان کا نقشہ دیکھ لیں۔ کیسے مرکزی حیثیت ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ پاکستان اللہ کا فیصلہ ہے۔ اس کی حفاظت بھی اللہ خود کر رہا ہے۔ یہ انشاءاللہ قائم بھی اللہ کے حکم سے رہے گا۔

آج اپنے آپ سے وعدہ کریں۔ اپنے بچوّں سے وعدہ کریں۔ اسلام کو نافذ کرینگے۔

اللہ سے کئے ہوئے وعدے پورے کریں۔ بندوں سے کئے ہوئے وعدے پورے کریں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمارے دلوں کو بھی نفاق سے پاک کر دے۔ آمین

اگلا موضوع ہے کہ باتیں کرنے والوں کا منہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو باتیں کرنے دو۔

اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ فَیَسۡخَرُوۡنَ مِنۡهُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ ۫ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۹﴾

(وہ خوب جانتا ہے اُن کنجوس دولت مندوں کو) جو برضا و رغبت دینے والے اہل ایمان کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہ خدا میں دینے کے لیے) اُس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کر کے دیتے ہیں اللہ اِن مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور ان کے لیے دردناک سزا ہے ﴿۷۹﴾

یہ آیت پڑھ کر میں سوچتی ہوں کہ کبھی کبھی انسان سے بہت زیادہ نیکیاں نہ بھی ہوں تو کوئی ایک نیکی اللہ کو ایسی پسند آجاتی ہے کہ اللہ آپ کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ ہر نیکی کو پورے خلوص اور محبت سے کریں۔

تبوک کی مہم پر مال کی ضرورت تھی۔ آج بھی دین اسلام کو مال، ہمت اور وقت کی ضرورت ہے۔

آج مسلمان امیر ہیں لیکن اسلام غریب ہے۔

مکہ والے بھی امیر تھے لیکن دین وہاں بھی غریب تھا۔

اللہ کے نبیؐ کے جانے کے دِن قریب تھے۔ تبوک کی جنگ ایک فیصلہ کُن مرحلہ تھا۔ جہاں سے اسلام کی فتوحات شروع ہوئیں اور اسلام کو ایک عالمگیریت عطا ہوئی۔

اسلام سکھاتا ہے کہ مسجد یا دین والے ہر وقت مانگتے نہ رہیں۔ ضرورت کے وقت کال دی جاسکتی ہے۔

غزوۂ تبوک پر اللہ کے نبی ﷺ نے دین سے رغبت دلائی تھی۔ یعنی لوگوں کو یہ احساس دِلا دیا جائے کہ تم دین کو نہیں دے رہے، بلکہ دین تمہیں ایک نیکی کا موقع دے رہا ہے۔

دُنیا میں لیڈر بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ لوگوں میں خیر ہوتی ہے۔ اب یہ لیڈر کا کام ہے کہ وہ جذبۂ خیر کو اُبھارے۔ اللہ کے نبیؐ نے تبوک میں سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی رغبت دلائی۔

ابو بکرؓ نے گھر کا سارا سامان دیا، عمرؓ نے آدھا سامان۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دو ہزار سونے کے سکے دیئے تھے۔

ابو عقیلؓ نے ساری رات یہودی کا کام کیا اور جو کھجوریں مزدوری میں ملی، اُس میں سے کچھ بچوں کو دیں اور باقی لا کر شرماتے ہوئے اللہ کے نبیؐ کے حوالے کر دیں۔ رسولؐ اللہ نے اُس کی قدر کی اور وہ سامان

کے اوپر رکھ لیں۔ کچھ منافق وہاں بیٹھے تھے وہ مذاق اُڑانے لگے کہ دیکھو مٹھی بھر کھجوروں سے روم فتح کرنے چلے ہیں۔

سیدنا ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے آدھا صاع صدقہ دیا(یعنی سوا سیر) اور عبدالرحمان بن عوف نے اس سے زیادہ دیا تو منافق کہنے لگے کہ اللہ کو اس کے صدقہ کی کچھ پروا نہیں ہے اور اس دوسرے نے تو صرف دکھانے کو ہی صدقہ دیا ہے۔ پھر یہ آیت اتری کہ "جو لوگ طعن کرتے ہیں خوشی سے صدقہ دینے والے مومنوں کو اور ان لوگوں کو جو نہیں دے پاتے ہیں مگر اپنی مزدوری۔"

اللہ کے نبیؐ نے کوئی چیریٹی ڈنر نہیں کئے، لوگوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی رغبت دلائی۔

ایک خاص بات یہ نوٹ کریں کہ کہیں بھی یہ ذِکر نہیں ملتا کہ ابو بکرؓ کے گھر کا سامان کتنا تھا یا عمرؓ کا۔ تو یاد رکھیں؛ قدر اس بات کی ہو گی کہ آپ کے پاس کیا ہے، اُس میں سے کیا دیتے ہیں۔ کس جذبے، خلوص اور نیت سے دیتے ہیں؟ Amount or Quantity کی بات نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں Percentage چلتی ہے۔

آج کے دَور میں مال تو ہے۔ خواہشِ نفس انسان کو سکون سے بیٹھنے نہیں دیتی۔

حدیث کا خلاصہ؛ کہ مال کی طمع انسان کو ویسے کر دیتی ہے جیسے کسی کو باولے کتے نے کاٹا ہو۔

آج سعودی عرب کے پاس اتنا تیل ہے یہ اُس دَور میں بھی ہو سکتا تھا۔ اللہ چاہتا تو اُن کو سب نعمتیں عطا کر دیتا۔ لیکن اللہ انسان کو آزمائش میں ڈالتا ہے تا کہ پاس ہونے پر انسان کے درجات بلند ہو سکیں۔

سعودی عرب میں جیسے ہی شریعت کا نفاذ شروع ہوُا، اُن پر اللہ کی نعمتیں نازل ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے پتا نہیں کہاں کونسے خزانے دفن کر رکھے ہیں۔ اللہ خود ہر چیز کا مالک ہے۔

ہمارا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی اطاعت کریں۔ اللہ کے خزانے بہت وسیع ہیں وہ نجانے کہاں کہاں سے اسباب پیدا کر کے مدد کر دیتا ہے۔

جب کبھی اللہ نیکی کی توفیق دے تو اللہ کا شکر ادا کریں۔

گھر میں بزرگوں کی موجودگی رحمت اور برکت ہے۔ بوڑھے والدین کی قدر کریں۔

بعض اوقات اللہ ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ آپ کو نیکی کرنی پڑتی ہے۔

اس وقت ایمان کا لیول بہت بلند محسوس ہو رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں پڑھ اور سُن کر دل چاہتا ہے کہ ہم بھی بہت ساری نیکیاں کریں اور اپنے خالق اور مالک کو راضی کر لیں۔

وہی نبی ﷺ، وہی مدینہ، وہی غزوۂ تبوک لیکن ایسے منافقین بھی تھے، جن کا ذِکر اگلی آیت میں ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾

اے نبیؐ، تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو، اگر تم ستر مرتبہ بھی انہیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انہیں ہر گز معاف نہ کرے گا اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نجات نہیں دکھاتا ﴿۸۰﴾

عبد اللہ بن ابی نام نہاد مسلمان تھا۔ بہت بڑا منافق تھا۔ کفر، انکار، ناشکری اور ناقدری کی مثال۔

عبد اللہ بن ابی نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور ظاہری اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام احکامات کی پابندی شروع کر دی لیکن اندر ہی اندر وہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بغض اور عناد کی آگ میں جل رہا تھا۔ وہ جب تک زندہ رہا اس نے اسلام کی جڑ کاٹنے کے لیے یہودیوں اور مشرکین مکہ سے رابطے استوار رکھے اور غزوہ بدر اور اُحد میں نہ خود حصّہ نہیں لیا بلکہ اندر ہی اندر صحابہ کو بھی جہاد پہ جانے سے روکتا رہا۔ یہی منافق شخص آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیوی عائشہ بنت ابی بکر پر تہمت لگانے میں بھی پیش پیش رہا۔

پھر اس منافق نے غزوۂ تبوک کے موقع پر بھی بہت باتیں کیں۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہو گئی۔ جہنی شخص انصار پر چھا گیا تو اس منافق نے انصار کو اس کی مدد پر ابھارا اور کہنے لگا واللہ! ہماری اور اس محمد ﷺ کی تو وہی مثال ہے کہ "اپنے کتے کو موٹا تازہ کر کہ وہ تجھے ہی کاٹے"۔

(یعنی ہم مدینہ والوں نے اللہ کے نبیؐ کے ساتھ خیر خواہی اور اب ان کے ساتھی ہم سے لڑ رہے ہیں) پھر بولا؛ واللہ! اگر ہم اب کی مرتبہ مدینے واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کمینے لوگوں کو وہاں سے نکال کر باہر کریں گے۔ ایک مسلمان نے جا کر نبی کریم ﷺ سے یہ گفتگو دہرا دی۔ آپ ﷺ نے اسے بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ایسے سخت منافق کے بیٹے عبد اللہ بن ابی نہایت سچے پکے اور کٹر مسلمان تھے۔ انھوں نے جب سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابن سلول کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور بولے یارسول اللہ میں اپنے باپ کا نہایت فرماں دار ہوں لیکن اگر کسی نے میرے والد کو قتل کیا تو ہو سکتا ہے کہ پدری عصبیت کے تحت میں اس کے قاتل کو قتل کر دوں اور ایک مسلمان کو قتل کر کے میں جہنم میں جاؤں۔ لہٰذا آپ حکم دیجئے میں اپنے والد کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ مجھے اس میں کوئی تذبذب نہیں ہو گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تمہارے والد میرے ساتھ ہیں میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں گا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاعمر اس منافق کے سردار کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ اس کو اپنی قمیص بھی دی اور اس کے لیے دعائے مغفرت کی۔

یہ بہت بڑا منافق تھا لیکن بظاہر مسلمان تھا۔ نماز پڑھتا تھا۔ جہاد پر جاتا تھا۔ لیکن اسلام کے خلاف باتیں کرتا تھا۔ ظاہری عبادات سے بخشش نہیں ہو گی۔

عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ میرا باپ نزع کی حالت میں ہے میری چاہت ہے کہ آپ ﷺ اس کے لئے اپنا کرتہ دے دیں۔ آپؐ نے اپنا کرتہ عطا کر دیا۔ کیونکہ عبداللہ بن ابی نے آپؐ کے چچا عباسؓ کو اپنا کرتہ دیا تھا۔ وہ بدر کے غزوے میں جنگی قیدی بن کر آئے تھے اور انہوں نے ابھی اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا۔ انہیں اُس وقت کرتے کی ضرورت تھے، وہ طویل القامت تھے۔ اس منافق نے اُس وقت اپنا کرتہ انہیں دیا تھا۔۔ آپ نے اُس کا احسان لوٹا دیا۔ آپؐ نے اپنا کرتہ دے دیا۔ عبداللہ بن ابی کا کفن نبی ﷺ کا کرتہ ہے۔

جب تک اندر ایمان نہیں ہے بخشش نہیں ہو گی چاہے کفن کو زم زم سے بھگو لیں یا کعبہ کے غلاف میں لپیٹ دیں۔

اب آپ ان کے ساتھ ہو لئے ان کے باپ کو اپنا کرتہ اپنے پسینے والا پہنایا اس کی جنازے کی نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ سے عمرؓ نے کہا بھی کہ آپ ﷺ اس کے جنازے پر نماز پڑھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ کے استغفار سے ہی نہ بخشنے کو فرمایا ہے میں تو ستر بار پھر ستر بار پھر ستر بار پھر استغفار کروں گا۔

ہمارے دلوں کی کدورتیں ہمیں دین سے دُور کر دیتی ہیں۔ بعض اوقات ہم قطع رحمی کر دیتے ہیں۔

پھر یہ آیات نازل ہوئیں کہ آج کے بعد مشرک اور کافر کے لئے دعا نہیں کی جائے گی۔

اس منافق نے مسجدِ ضرار تک بنوائی تا کہ اللہ کے نبیؐ اور اسلام کو نقصان پہنچا سکے۔

آج کے سبق سے عمل کے نکات۔

* اللہ کے ساتھ کیئے ہوئے وعدے پورے کریں۔ سب سے پہلا وعدہ 'وعدۂ الست'۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا۔
* دین کی خاطر کیئے ہوئے وعدے اور ذِمہ داریاں پوری کریں۔
* اپنا دل صاف کر لیں۔
* کسی کا دل دکھایا ہے تو معافی مانگ لیں۔
* اپنا محاسبہ کریں
* صحابہ کرامؓ کو دیکھیں اور پھر سوچیں کہ جب آزمائش آتی ہے تو کیا کرتی ہوں؟
* دین کا کام اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے کرنا ہے۔

* شوق اور جذبے کو زندہ اور تازہ رکھیں۔

سورۃ توبہ تین خطبوں میں نازل ہوئی تھی۔ اب تک وہ ہم نے اُن صحابہ کرامؓ کا تذکرہ پڑھا جنہوں نے اللہ کے نبیؐ کا ساتھ دیا اور غزوۂ تبوک پر ساتھ گئے۔ اَب اگلا حصّہ غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوُا۔

یاد رہے لڑائی ہوئی ہی نہیں۔ صرف اللہ کے رجسٹر میں نام درج کروا دیا کہ یا اللہ ہم تیرے دین کے لئے حاضر ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔ کچھ نقصان نہیں ہوا۔ کوئی تلوار نہیں چلی۔

کچھ جنگوں میں مثلاً اُحد کا میدان حالانکہ پاس ہی تھا لیکن غزوۂ اُحد میں نقصان اُٹھانا پڑا۔

لیکن غزوۂ تبوک میں سفر تو کرنا پڑا لیکن کامیابی ملی۔

ابراہیمؑ کا وقت یاد کریں کہ حکم ہوُا بیٹے کو قربان کر دو۔ ابراہیمؑ نے جیسے ہی بیٹے کو قربانی کے لئے لٹایا اللہ نے فرشتے کو حکم دیا کہ دُنبہ لے جاؤ۔

اسی طرح تبوک میں جانے کا حکم ہوُا لیکن جنگ کے بغیر ہی شاندار کامیابی اور بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾

جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کریں انہوں نے لوگوں سے کہا کہ "اس سخت گرمی میں نہ نکلو" ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے، کاش انہیں اس کا شعور ہوتا ﴿۸۱﴾

منافقین کو سو فیصد یقین تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ واپس نہیں آئینگے، مسلمان جنگ میں شکست کھا کر آئینگے۔ منافقین نے سوچ رکھا تھا کہ پھر وہ عبد اللہ بن ابی کو اپنا لیڈر بنالینگے۔

'۔۔۔وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کریں۔۔۔'

بندۂ مومن نیکیوں کا حریص ہوتا ہے۔ وہ نیکیاں جمع کرنا چاہتا ہے۔ اگر کبھی نیکی کا موقع چھوٹ جائے تو وہ روتا ہے اور افسوس کرتا ہے۔

یعنی نہ تو خود گئے اور دوسروں کو بھی روکتے رہے۔

بعض اوقات ہم خود کوئی نیکی نہیں کر سکتے تو ہمیں چاہئے کہ دوسروں کو دعوت دیں دوسروں کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ وہ اجر کما سکیں۔

ایک نیکی دوسری نیکیوں کو ساتھ لاتی ہے۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اگر کبھی ایک نیکی چھوٹ جائے تو سوچ لیں کہ ایک سے زیادہ نیکیاں چھوٹ گئی ہیں۔

'قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا' جہنم کی گرمی بے حد گرم ہے۔ اس جملے کو دِل پر لکھ لیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ایک ہزار سال تک آتش دوزخ دھونکی گئی تو سرخ ہو گئی ایک ہزار سال جلائی گئی تو سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکی گئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے۔ (سنن ترمذي)

پس اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ جہنم کی آگ جس کی طرف تم اپنی اس بدکرداری سے جا رہے ہو وہ اس گرمی سے زیادہ بڑھی ہوئی حرارت اپنے اندر رکھتی ہے یہ آگ تو اس آگ کا سترواں حصہ ہے، جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے صحیح بخاری:3265
اور روایت میں ہے کہ تمہاری یہ آگ آتش دوزخ کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکتے۔ مسند احمد:244/2: صحیح

حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا دوزخ میں وہ ہو گا جس کے دونوں پاؤں میں دو جوتیاں آگ کے تسمے سمیت ہوں گی جس سے اس کی کھوپڑی ابل رہی ہو گی، اور وہ سمجھ رہا ہو گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی کو ہو رہا ہے حالانکہ دراصل سب سے ہلکا عذاب اسی کا ہے۔ صحیح بخاری:6562

اللهم لا تجعلنا منهم۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾

اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسنا کم کریں اور روئیں زیادہ، اس لیے کہ جو بدی یہ کماتے رہے ہیں اس کی جزا ایسی ہی ہے (کہ انہیں اس پر رونا چاہیے) ﴿٨٢﴾

حدیث میں ہے کہ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری مشرق میں ہو تو اس کی حرارت مغرب تک پہنچ جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر اس مسجد میں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور کوئی جہنمی یہاں آکر سانس لے تو اس کی گرمی سے مسجد اور مسجد والے سب جل جائیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ لوگو روؤ اور رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہر جیسے گڑھے پڑ جائیں گے آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگیں گی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہو گا کہ اگر کوئی اس میں کشتی چلانی چاہے تو چلا سکتا ہے۔ ترمذی۔ ابن ماجہ

حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے رہیں گے، آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہو گا۔ اس وقت دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے اے بدبخت! رحم کی جگہ تو تم کبھی نہ روئے اب یہاں کا رونا دھونا لاحاصل ہے، اب یہ اونچی آوازوں سے چلّا چلّا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے کہ تم لوگ ہمارے رشتے کنبے کے ہو سنو! ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے پھر میدان محشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں بھی پیاسے ہی ہیں ہم پر رحم کرو کچھ پانی ہمارے حلق میں چھو دو یا جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں دے دو۔
چالیس سال تک کتّوں کی طرح چیختے رہیں گے چالیس سال کے بعد انہیں جواب ملے گا کہ تم یونہی دھتکارے ہوئے بھوکے پیاسے ہی ان سڑیل اور اٹل سخت عذابوں میں پڑے رہو۔ اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہو جائیں گے۔

اپنا محاسبہ کریں۔ ہم نے دین کے لئے کیا قربانیاں دیں؟

آخرت کی فکر کریں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُداس شکل بنا کر پھریں۔ بچوں کو بھی سمجھائیں کہ بہت زیادہ اونچی آواز سے کھکھلا کر ہنسنا مناسب نہیں ہے۔

اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو؛ جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جان لو تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیاد روؤ۔

اللہ کے نبیؐ صرف مسکراتے تھے۔ بہت زیادہ خوش ہوتے تو ایک حدیث کے مطابق آپؐ کے دانت نظر آئے۔ (ایک صحابیؓ نے یہ بھی نوٹ کیا کہ مسکرانے سے آپؐ کے پچھلے دانت نظر آئے)۔

گھر میں کوئی مشکل ہو تو گھر والے ہنسنا بھول جاتے ہیں۔

جہنم میں سب رو رہے ہونگے۔ آج ہی اپنی کمائی اور اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔